Majallah-yi Talim o Tahqiq

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مجلہ تعلیم و تحقیق

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, ISSN (Online): 2618-1363

Issue 4,Vol 5,October-December,2023

شمارہ۴، جلد۵، اکتوبر—دسمبر، ۲۰۲۳

مولانا مودودی اور جاوید احمد غامدی کے تصور اقامت دین کا تقابلی مطالعہ

A Comparative Study of the concept of Iqamat Deen proposed by Maulana Maududi and Javed Ahmad Ghamdi

عابد امحمود[1]

Keywords:

Iqamat Deen proposed, Maulana Maududi, Javed Ahmad Ghamdi,A Comparative Study

Abstract:

Iqamah-e-deen is the name for implementing Shariah commands in every aspect of life, both individually and socially. Undoubtedly, Islam is a religion of practice. For this great purpose, the Last Holy Prophet strove for twenty-three years, and at last he established a strong state for the Muslim community in Madinah.

With the passage of time, the ideology of Iqamah-e-Deen began disappearing from Muslim scholarship because of what they faced with dictatorship and the kingdom system. When Maulana Maududi came in the 20th century, he renewed this ideology and urged Muslims to establish Deen. So, there were some scholars who opposed this and interpreted the ideology of Iqamah-e-Deen according to their understandings. One of those scholars is Javed Ahmad Ghamdi, who opposed it. In this article, we will compare the opinions of both scholars and their analysis in light of the Quran and Sunnah.

1۔ایم فل سکالر، اسلامک انٹر نیشنل یونیورسٹی اسلام آباد۔

اقامت دین ایک ایسا نظریہ ہے جس نے امت مسلمہ کے فکری طور پر منتشر و مضطرب اور عملی طور پر منجمد طبقات کو صحیح رخ وسمت، فکری اعتماد و یکسوئی اور عملی تحریک و تحرک فراہم کیا۔ انیسویں و بیسویں صدی میں سامراجیت کی کشتی پر سوار ہو کر جو متعدد بظاہر خوبصورت لیکن بباطن تاریک تر نظریات دنیا کے کونے کونے میں خصوصاً مسلم دنیا میں پھیلائے گئے، انہوں نے ہماری بے دین عوام کو سرعت کے ساتھ اپنی لپیٹ میں بغیر کسی مشقت کے لے لیا اور ساتھ ساتھ ہمارے دینی مزاج کے حامل لوگوں کو بہت سی پریشانیوں اور الجھنوں میں الجھائے رکھا۔ جنھوں نے اپنی دینی ساخت اور اپنی عوام کے ایمان کو بچانے کے لئے رد عمل کے طور پر بہت کچھ کیا جن کا عند اللہ انہیں اجر ملے گا۔ لیکن یہ رد عمل ایک افراتفری کے ماحول میں ان کی طرف سے پیش کیا گیا تھا جس میں نقائص کا موجود ہونا فطری بات ہے۔ اس جوابی عمل میں کچھ ایسی باتیں بھی زبان و قلم کی نوک سے وارد ہوئیں اور کچھ ایسے افعال بھی ان کی طرف سے سرزد ہوئے جو مرض کا صحیح علاج کے طور پر کارگر ثابت نہ ہو پائے۔ اس نازک صورتحال میں ہمارے ہر ملی طبقہ سے صدائے احتجاج بلند ہوئی اور ہر طبقہ نے اپنی مخصوص حکمت عملی کے تحت کام کیا۔

امتِ مسلمہ پر یہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ ایک صدی سے دنیا کے بہت سے ملکوں میں اسلامی جماعتیں اور تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔ اپنے احوال کے مطابق وہ اللہ کے دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔ آج کے حالات میں تازہ مظہر یہ ہے کہ پچھلی ربع صدی میں پوری دنیا میں اسلام اور کفر کی کشمکش تیز ہو چکی ہے اور دن بدن تیز ہوتی جارہی ہے۔ اس کشمکش میں اسلام کے داعیوں کے سامنے جو دشواریاں ہیں اس میں مسلمانوں کی بے عملی ایک بڑی دشواری ہے۔ مسلمانوں میں بعض فکری و عملی، کچھ پرانے کچھ نئے، غلط رویے موجود ہیں اور وہ فروغِ دعوت کے راستے میں حائل ہیں۔ ان سب دشواریوں پر دین کے خادموں کو قابو پانا ہے۔ مسلمانوں کے رویوں کی اصلاح بھی کرنی ہے اور ان کو صالح عمل پر بھی ابھارنا ہے۔

ایسے میں مختلف احوال میں اسلامی تنظیموں نے اپنے پیغام اور دعوت کا تعارف کرانے کے لیے مناسب اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔ اسلام کی ترجمانی کے لیے کون سی اصطلاح داعی استعمال کرے اس کے لیے داعی کو حکمت سے کام لینا ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث سے ہی اصطلاحیں ماخوذ ہوں، یہ بات بہر حال لازم ہے۔ چنانچہ قرآن کے طالب علم جانتے ہیں کہ اقامت دین، اظہارِ دین، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، شہادت علی الناس، اعلاء کلمۃ اللہ، دعوت دین، یہ سب کلیدی دینی اصطلاحیں ہیں۔ ان اصطلاحوں میں سے داعی کس کو تخاطب کے دوران استعمال کرے، اس سلسلے میں دین نے اسے پابند نہیں کیا ہے۔ قرآن و حدیث کے دائرے میں، حالات اور سننے والوں کی رعایت کرتے ہوئے تمام موزوں اصطلاحیں استعمال کی جاسکتی ہیں۔ دعوت کی مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اصطلاحیں ایسی منتخب کی جائیں جو زیادہ سے زیادہ جامع ہوں۔ جس سے مطلوب یہ ہو کہ دین کے تعارف کے ذیل میں دینی ہدایات و تعلیمات کے حقیقی معانی لوگوں کے سامنے آجائیں۔ اس لحاظ سے جب غور کرتے ہیں تو مذکورہ بالا اصطلاحوں میں "اقامتِ دین" سب سے زیادہ جامع اصطلاح معلوم ہوتی ہے۔

اب اہم سوال یہ ہے کہ دین کی اقامت کا مطلب کیا ہے؟۔

اس سوال کے جواب کے لیے اقامتِ دین کو اقامتِ صلوۃ پر قیاس کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اقیموا الصلاۃ کی تلقین، کتابِ الٰہی میں بار بار آئی ہے۔ اقامتِ صلوۃ کا جو مفہوم امت سمجھتی ہے، وہ یہ ہے کہ اقامت سے محض نماز کی ادائیگی مراد نہیں ہے۔ بلکہ اہتمام کے ساتھ اس کی ادائیگی مراد ہے جو، باجماعت نماز کی ادائیگی، مساجد کی نظم کے قیام، نماز ادا ہو تو شرائط و آداب کے ساتھ، اس کے اثرات پوری زندگی پر مرتب، اور جو لوگ نماز ادا نہ کر رہے ہوں ان کو توجہ دلائی جانے سمیت پورے معاشرے میں نماز کو رواج دینے سے عبارت ہے۔ یہ سب امور اقامتِ صلوۃ میں شامل ہیں۔ محض سادہ لفظوں میں نماز ادا کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ اقامتِ صلوۃ کی ہدایت دی گئی ہے۔

اقامتِ صلوۃ پر قیاس کرتے ہوئے اقامتِ دین کے معنی متعین کیے جاسکتے ہیں، گویا ہدایت صرف اتنی نہیں دی گئی کہ دین پر عمل کرو، بلکہ رب کائنات یہ کہتا ہے کہ دین کو قائم کرو یعنی دین پر عمل کرو پورے اہتمام کے ساتھ۔ اقامت دین کے تصور اور فکر کی ترویج اور اشاعت کے لیے مولانا مودودی نے اپنا زور قلم

اور بیان پوری زندگی میں استعمال کیا ہے، اقامت دین کے معنی اور مفہوم کو بھی بیان کیا ہے۔ دور حاضر میں جاوید احمد غامدی صاحب بھی اقامت دین کے حوالے سے ایک منفرد رائے رکھتے ہیں اس مقالہ میں ان کی رائے بھی ذکر کی جائے گی۔

اقامت دین کے حوالے سے جاوید احمد غامدی کی رائے:

'المورد' ویب سائٹ پر جاوید احمد غامدی کے افکار اور نظریات کی ترویج جاری ہے۔ حجیت حدیث پر تذکرہ کرنے کے بعد موصوف کی جانب سے دین اسلام کے مسلم عقائد اور نظریات سمیت دیگر شرعی اصطلاحات کی معانی اور مفاہیم میں اپنی من کی ترجمانی اور نادر آراء پیش کرنے کے ساتھ ساتھ فریضہ اقامت دین کے انکار میں بھی پیش پیش ہے۔ جاوید احمد غامدی لکھتے ہیں:

> اقامت دین دینی فریضہ نہیں ہے اور اعلاء دین کی آیات کا تعلق سرزمین عرب کے ساتھ مخصوص ہیں اور ان کا حکم نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ ہی کے ساتھ خاص ہے، اب قیامت تک کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان آیات کا کوئی تعلق اپنی جدوجہد کے ساتھ قائم کرے۔[2]

فریضہ اقامت دین سے متعلق ایک اور جگہ میں لکھتے ہیں:

> ہمارے نزدیک اقیموا الدین کے معنی اس دین پر پوری طرح سے قائم رہنے کے ہیں ان الفاظ میں نفاذ دین یا اس کے لئے جدوجہد کا ہرگز کوئی مفہوم نہیں ہے۔ اس کے معنی صرف یہ ہے کہ جو کچھ بھی الدین میں شامل ہے اس پر بغیر کسی تفریق کے عمل کیا جائے۔[3]" اقیموا الدین "کے صحیح معنی سمجھ لینے کے بعد کوئی شخص بھی اسے 'بعثت انبیاء' اور وجود امت کا مقصد قرار نہیں دے سکتا"۔[4]

جاوید احمد غامدی کے ایک شاگرد لکھتے ہیں:

> مولانا مودودیؒ پر ہمارے استاد جاوید احمد غامدی صاحب کی تنقید صرف اسی حد تک تھی کہ 'اقیموا الدین ' کے الفاظ سے نفاذ دین کی جدوجہد کا جو نظریہ برآمد کیا جارہا ہے اور جسے اللہ کے تمام انبیاء اور امت مسلمہ کا نصب العین قرار دیا جارہا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔[5]

غامدی صاحب کی ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اقامت دین یہ کوئی دینی فریضہ نہیں ہے اور نہ ہی نفاذ دین اب کسی کا فریضہ ہے، ان کے بقول تنفیذ دین اور اقامت دین یہ انبیاء اور صحابہ اکرام کا کام تھا ان کے بعد خود تو دین پر قائم رہ سکتے ہیں لیکن اقامت دین اور تنفیذ دین کی کسی اور کو اجازت نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ غامدی صاحب اقیموا الدین کا معنی دین پر قائم رہنے کے کرتے ہین دین قائم کرنے کا نہیں کرتے۔

اقامت دین کے حوالے سے مولانا مودودی کی رائے:

اس کے بدلے اسلام کا مستقل ایک سیاسی، معاشی و معاشرتی نظریہ اقامت دین کی صورت میں پیش کیا۔ انہوں نے ان تمام سوالات کے تسلی بخش جوابات مدلل اور معقول انداز میں دیے جو مغرب کے مقابلے کھڑے کئے جانے والے اسلامی نظام کے متعلق اٹھائے جارہے تھے، انہوں نے دور جدید میں ایک

---

[2]۔ جاوید احمد غامدی برہان (لاہور: المورد، 2000)، ص19،13،12۔

[3]۔ غامدی، اقامت دین، اشراق، ص17: فروری1996۔

[4]۔ غامدی، اقامت دین، اشراق، ص25: فروری1996۔

[5]۔ غامدی، اقامت دین، اشراق، ص30: فروری1996۔

اسلامی ریاست کے عملی قیام کا پورا طریقہ کار سامنے رکھا اور جدید اسلامی ریاست کے پورے خدوخال کا مدلل اور تواضح نقشہ عالم انسانیت کے سامنے رکھ دیا۔ان کے نظریات کے ساتھ اختلاف کی گنجائش ضرور ہے کیونکہ پوری اسلامی تاریخ میں اس سے کوئی بھی عالم دین مبرا نہیں رہا ہے۔ مولانا مودودیؒ نے قرآن وحدیث پر مبنی وسیع تحریکی تحریری ادب میں سے مغرب کے ہر قسم کے علمی مرض کا مداوا کرنے کی کوشش کی۔اسی نظریہ نے مغربی نظریات کی لہروں کی اٹھان اور جوش کو اپنی قوت ناخدائی سے بے اثر کر دیا، مغربی تفاخر کو توڑ ڈالا، مغربی اصطلاحات کی خوبصورتی کو نحس ثابت کیا اور مغرب کی دانش گاہوں میں ایک عظیم ہلچل پیدا کر دی۔

یہ نظریہ کوئی نیا نظریہ نہیں ہے جسے مولانا مودودیؒ نے پیش کیا بلکہ اس نظریہ کو انھوں نے امت کی طرف سے نظر انداز کئے گئے لٹریچر سے نکال کر از سر نو امت کو اپنے اس قیمتی ورثہ سے متعارف کیا جس سے امت ایک عرصہ دراز سے تغافل برت رہی تھی۔جس کے نتیجے میں نئی نسل کے لئے اقامت دین ایک ایسا نظریہ بن گیا جو مسلمانوں کو زندگی کے ہر فیلڈ میں اسلامی تعلیمات کے مطابق عمل کرنے کا خاکہ پیش کرتا ہے۔

مولانا مودودیؒ نے یہ واضح کیا کہ دور جدید میں قرآن وسنت کے اصولوں کے مطابق کس طرح ایک مثالی جدید اسلامی ریاست تشکیل دی جاسکتی ہے اور کامیاب طریقے سے چلائی جاسکتی ہے۔اس لئے تو 2018 میں Daleel.Pk- پر ”**اقامت دین اور سید مودودیؒ، ایک تعارف**“ کے موضوع پر شہباز رشید بھورو نے ایک مضمون شائع کیا جسمیں انہوں نے پورے پس منظر کو ذکر کرتے ہوئے اس کے اثرات میں لکھا ہے کہ:

> پاکستان کے ایک معروف قانون دان اے۔کے۔بروہی (A.K.Brohi) نے چیلنج کیا کہ اگر مجھے کوئی یہ ثابت کر کے دے کہ قرآن کا اپنا ایک دستور اور آئین ہے میں اسے پانچ ہزار انعام دوں گا۔

مولانا مودودیؒ نے اس کا جواب دیا جس کا اثر اے کے بروہی صاحب پر کیا ہوا؟ وہ ان کی زبانی سنیئے:

> حضرات میں ایک بیرونی تعلیم یافتہ قانون دان ہوں، میں نے قانون کے مضامین کو اس کے جڑوں سے سمجھا ہے۔میں نے سید مودودیؒ کا بیان سنا تھا کہ قرآن کو اسلامی دستور کا حصہ بنایا جانا چاہئے۔میں نے اعلان کیا کہ کوئی قرآن کو قانون کی کتاب ثابت تو کردے میں اسے پانچ ہزار انعام دوں گا۔غلام ملک صاحب نے سید کی تحریروں کے ذریعے مجھ پر یہ بات عیاں کر دی کہ دراصل قرآن ہی رہتی دنیا تک قانون کی کتاب ہے۔اے کے بروہی آبدیدہ ہو کر کہنے لگے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ مجھ سے ہوچھے گا کیا نیک عمل ساتھ لائے میں کہوں گا، سید مودودی کی رفاقت۔[6]

مطلب یہ ہے کہ مولانا مودودیؒ نے فریضہ اقامت دین کو اجاگر کر کے مغرب سے امنڈتے ہوئے نظریات وافکار کا جس انداز سے مقابلہ کیا وہ انداز نادر اور دلکش تھا، جس نے جدید تعلیم یافتہ ذہنوں کا رخ ہی موڑ دیا اور انہیں دائمی رسوائی سے نجات دینے کا نسخہ کیمیا عطا کیا ہے۔فریضہ اقامت دین سے متعلق مفکر اسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ فریضہ اقامت دین کی حیثیت سمجھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ”فریضہ اقامت دین سے متعلق جو الجھن پیدا ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ارکان اسلام اور فرائض اہل ایمان میں فرق نہیں کر رہے ہیں۔ارکان اسلام وہ ہیں جن پر اسلامی زندگی کی عمارت قائم ہوتی ہے،اور فرائض اہل ایمان و مقتضیات ایمان ہیں جنہیں اسلامی زندگی کی تعمیر کے بعد پورا کیا جانا چاہئے۔ارکان اسلام قائم نہ ہوں تو سرے سے اسلامی زندگی کی عمارت کھڑی ہی نہیں ہوگی۔لیکن اس عمارت کے کھڑے ہوجانے کے بعد اگر مقتضیات ایمان پورے نہ کئے جائیں تو یہ ایسا ہی ہوگا جیسے جنگل میں ایک بے مصرف اور ویران عمارت کھڑی ہے“۔

---

[6]۔شہباز رشید بھورو، تصور اقامت دین اور مولانا مودودی، تاریخ رسائی: 22 جنوری 2020۔

/ https://mazameen.com/%D9%85%D9%88%D9%84%D8%A7%D9%86%D8%A7-

پھر مزید وضاحت کے ساتھ مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''فریضہ اقامت دین اسلام کا ستون نہیں بلکہ وہ اسلام کی عمارت تعمیر کرنے کے مقاصد میں سے اہم ترین مقصد ہے، اور مزید برآں اسی پر اس عمارت کے استحکام اور اس کی آبادی اور اس کی توسیع کا انحصار ہے۔ اگر اس فرض کو مہمل چھوڑ دیا جائے تو اسلام کی عمارت بتدریج بوسیدہ ہو جائے گی، اور اس میں فسق و کفر کو قدم جمانے کا موقع مل جائے گا۔ اس لئے اس کام کو اسلام میں میں مسلمان کی زندگی کے مقصد کی حیثیت سے بیان کیا گیا ہے'':

'' وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ''۔[7]

مولانا مودودیؒ نے امت کو یہ بتایا ہے کہ قرآن صرف اللہ کی کتاب اور کتاب ہدایت ہی نہیں بلکہ کتابِ انقلاب ہے۔ جہاں اس کے مخاطب تمام انسان ہیں، وہاں اس کا خاص طور پر خطاب انسانوں کے ایسے گروہ سے ہے جو اسے قبول کرتا ہے۔ قرآن انہیں رہنمائی فراہم کرتا اور تیار کرتا ہے کہ وہ کس طرح خود کو اور پوری انسانی زندگی کے ہر شعبے اور دائرہ کار کو تبدیل کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے لیے دعوت، شہادتِ حق اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا ہے اور ہدف دین کے پیغام کو عام کرنا اور اللہ کی مرضی کو غالب کرنا بتایا ہے۔ اس مقصد کو مولانا مودودیؒ نے تفہیم القرآن کے مقدمے میں بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

فہم قرآن کی ساری تدبیروں کے باوجود، آدمی قرآن کی رُوح سے پوری طرح آشنا نہیں ہونے پاتا، جب تک عملاً وہ کام نہ کرے جس کے لیے قرآن آیا ہے۔ قرآن مجید محض نظریات اور خیالات کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ ایک دعوت اور تحریک کی کتاب ہے۔ اس نے آتے ہی ایک خاموش طبع اور نیک نہاد انسان کو تاریکی سے نکال کر خدا سے پھری ہوئی دنیا کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔[8]

اقامت دین کا مفہوم قدیم مفسرین کے نزدیک:

امام ابن جریر الطبریؒ اپنی تفسیر میں سورۃ الشوریٰ کے آیت نمبر ۱۳ کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ:

اعملوا علی ماشرع لکم و فرض ولاتختلفوا فی الدین الذی أمرتم بالقیام به کمااختلف الأحزاب من قبلکم۔ اس پر عمل کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمہارے لئے مقرر کیا ہے اور اسے تم پر فرض کر دیا ہے اور اس دین میں اختلاف نہ کرو جسے قائم رکھنے کا تم کو حکم دیا گیا ہے، جیسا کہ تم سے پہلی قوموں نے اختلاف کیا تھا۔[9]

اس دین کو عمل کے لئے مختص کیا گیا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا بندہ اسی پر ایمان لانے کے بعد اس کو فریضہ سمجھ کر عمل کرے اور اس کی حفاظت یقینی بنائے۔ لھذا امت مسلمہ کے لئے اس فریضے کو ادا کرنے اور اس پر مجتمع رہنے کا حکم ہے ایسا نہ ہو کہ پہلی قوموں کی طرح مختلف فرقوں میں تقسیم ہو جائے۔ سورۃ شوریٰ کی اسی آیت کی تشریح میں امام قرطبیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: اجعلوہ قائما یرید دائما مستمرا محفوظا مستقرا من غیرخلاف۔[10] اس دین کو قائم و دائم اور جاری رکھو

---

[7]۔ آل عمران: 110۔

[8]۔ رسائل و مسائل، سید ابوالاعلیٰ مودودی (لاہور، ترجمان القرآن، اکتوبر، 2011)، ص 214۔

[9]۔ محمد بن جریر طبری، تفسیر الطبری (بیروت: دار القلم، 2006) ج 22، ص 13۔

[10]۔ محمد بن احمد قرطبیؒ، تفسیر القرطبی (بیروت: دار ابن کثیر، 2006)، ج 22، ص 14۔

، محفوظ رکھو، برقرار رکھواور اس میں اختلاف نہ کرو"۔ اسی مضمون کو علامہ آلوسیؒ نے بھی ذکر کیا ہے اجعلوه قائما يريد دائمامستمرامحفوظامستقرا من غیرخلاف۔[11]

اقامت دین کا مفہوم معاصر مفسرین و محققین کی نزدیک:

زمانہ قریب کے مشہور عالم دین مولانا گوہر رحمٰنؒ اقامت دین اور اعلاء دین کو انبیاء کرام کا مشن شمار کرتے ہوئے اس کے متعلق فرماتے ہیں:

میں ۳۰ سال سے 'أن أقيموا الدين ولا تتفرقوا' کا ترجمہ اور تشریح اس طرح کرتا اور سمجھتا رہا ہوں کہ پورے دین پر عمل کرو، اس کے کل احکام کی پابندی کرو اور اس میں تفرقہ، اختلاف اور پھوٹ نہ ڈالو کہ کچھ کو مانو اور کچھ کو نہ مانو، کچھ پر عمل کرو اور کچھ کو چھوڑ دو یا کوئی مانے یا اور کوئی نہ مانے بلکہ تم سب کے سب پورے دین کو مان لو، اس پر عمل کرو اور اس پر مجتمع اور متحد ہو جاؤ اس لئے کہ یہ مقصد 'بعثت انبیاء' ہے اور امت کے لئے ایک دینی فریضہ ہے۔[12]

معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ: "اقامت دین فرض ہے اور اس میں تفریق حرام ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ: اس آیت میں دو حکم مذکور ہیں:

۱: اقامت دین۔ ۲: اس کا منفی پہلو، یعنی اس میں تفرق کی ممانعت، جب کہ جمہور مفسرین کے نزدیک 'اَنْ اَقِیْمُوْا الدِّیْنَ' میں حرف اَنْ تفسیر کے لیے ہے تو دین کے معنی متعین ہو گئے کہ مراد وہی دین ہے جو سب انبیاؑ میں مشترک چلا آ رہا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ دین مشترک بین الانبیا اصول عقائد، یعنی توحید، رسالت، آخرت پر ایمان، اور عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی پابندی ہے، نیز چوری، ڈاکا، زنا، جھوٹ، فریب، دوسروں کو بلاوجہ شرعی ایذا دینے وغیرہ اور عہد شکنی کی حرمت ہے جو سب ادیانِ سماویہ میں مشترک اور متفق علیہ چلے آئے ہیں"۔[13]

انہی تفاسیر میں جو مفہوم ذکر کیا گیا ہے اس میں قائم ودائم اور جاری رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر ہمیشہ کے لئے تسلسل کے ساتھ عمل کرو، اسی طرح محفوظ اور برقرار رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اسی دین کو اپنی اصلی حالت میں برقرار رکھو اور اہل بدع کی بدعات اور متجددین کی جدت سے اس کی حفاظت کرو، اسی طرح اختلاف نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسی دین کو اپنا دستور العمل بنانے میں اختلاف نہ کرو۔ جب اس میں اہل بدع کی بدعات اور جدت پسندوں کی آراء سمیت اس پر عمل میں اختلافات پیدا ہو جائے تو اس دین میں بگاڑ پیدا ہو جائے گا اور اپنی اصلی حالت میں نہیں رہے گا۔ اس لئے اقامت دین کی حفاظت اور اسے قائم اور برقرار رکھنے کے لئے خود عمل کرنا بھی ضروری ہے بالخصوص حفاظت کے لئے جہاد فی سبیل اللہ جاری رکھنا لازمی تقاضی ہے۔ اسی جامع مفہوم کو سمجھانے کے لئے شیخ گوہر رحمٰنؒ نے تفہیم المسائل میں تفسیر ماوردی کی ایک روایت نقل کی ہے۔

فرماتے ہیں:

---

[11]۔ شہاب الدین سید محمود بن عبداللہ آلوسی، تفسیر روح المعانی، (قاہرہ: دار النشر، 2006)، ج21، ص14۔

[12]۔ گوہر رحمٰن تفہیم المسائل (مردان: مکتبہ تفہیم القرآن، 2002)، ج5: ص369۔

[13]۔ محمد شفیع، معارف القرآن (کراچی: ادارۃ المعارف، 2004) ج7، ص656۔

اعملوا به ادعوا الیه و جاہدواعلیه من عانده۔[14]اس دین پر عمل کرو اس کی طرف لوگوں کو بلاتے رہو اور اس کے دشمنوں کے مقابلے میں جہاد کرتے رہو۔

امام ماوردیؒ نے یہ روایت اگرچہ جہاد کے زمرے میں پیش کی ہے لیکن اس میں بھی دین پر عمل پیرائی اور دعوت کے کام پر تاکید کیا گیا ہے۔الغرض اقامت دین ایک انقلابی تصور ہے جو مغربی تہذیب کے چہرے پر ایک زوردار طمانچہ ہے، جس نے مغربی افکار کے انقلابی پھیلاؤ کو ایک چیلنج دے رکھا ہے۔یہی وجہ ہے کہ دنیا کو اس فکر کے حاملین سے خطرہ ہے۔جس پر اگر جانفشانی سے کام کیا جائے تو وہ دن دور نہیں کہ اسلام پوری دنیا پر چھا جائے گا۔نظریہ اقامت دین اپنے متبعین و کارکنان سے عمل پیہم کا مطالبہ کرتا ہے ان سے سستی اور کاہلی کے لباس اتارنے کا مطالبہ کرتا ہے اور ان سے اپنی آبیاری کے لئے جان اور مال کی قربانی مانگتا ہے۔اقامت دین محض منبر و محراب پر جھاڑا جانے والا واعظ نہیں بلکہ اس کی فطرت میں اسے عمل کے میدان میں عملی شہسوار درکار ہیں۔جس کی کمی شدت کے ساتھ محسوس کی جاتی ہے۔

کیا اقامت دین انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد نہیں تھا؟

قرآن وسنت میں نوع انسانی کی زندگی کا مقصد واضح ہے اور وہ رب کی بندگی، شہادت حق اور اقامت دین کی جدوجہد ہے۔مقصد زندگی واضح قرار ہونے کے بعد یہ ضروری ہے کہ بندہ اپنے مقصد کا صحیح شعور حاصل کریں اور اس کے مطابق اپنے اندر مطلوبہ اخلاق،اوصاف اور استعداد پیدا کریں۔یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہیں کہ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جناب محمد رسول اللہ ﷺ تک جتنے بھی نبی یا رسول اس جہاں فانی میں مبعوث ہوئے ان سب کی بعثت کا مقصد ایک اللہ کی عبادت کی دعوت رہا،اور اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت کے سنہری کڑی کو جناب محمد ﷺ پر ختم کیا،اور آپ کی بعثت کا مقصد بھی دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح دعوت توحید ہی رہا۔آپ ﷺ نے انسانوں کو انسانوں کی عبادت وغلامی سے نجات دلا کر اللہ واحد و قہار کی واحدانیت اور کبریائی سے آشنا کر کے اُن کی جبینوں کو خالق ومالک حقیقی کے در پر جھکایا،لوگوں کے سامنے ان کے حقیقی رب کا تصور پیش کیا اور ان کو اس بات سے آگاہ کیا کہ ایک اللہ کے عبادت میں ہی ان کی دنیا وآخرت کی کامیابی مضمر ہے۔اس لئے تو دعوت دین کی اس تحریک اور انقلاب کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کو ان کی جائے پیدائش سے نکالا گیا اور اڑھائی برس تک شعب ابی طالب میں محصور رکھا گیا،اُن پر ایسی آزمائشیں ڈالی گئی کہ چشم فلک کے بھی آنسو نکل آئے۔رحمۃ للعالمین ﷺ کو نازیبا کلمات کہے گئے،طائف کے بازاروں میں آپ ﷺ کے ابریشم سے بھی نازک جسم اطہر کو پتھروں سے مضروب کیا گیا اور جب نبی رحمت ﷺ ایک لمحے کے لیے کسی درخت کے سائے تلے آرام کے لیے رکتے تو آوارگان طائف پھر جسمِ اطہر کو تختۂ مشق ستم بنانے لگتے۔غیر اللہ کی نفی اور بت پرستی کے خلاف اعلانِ بغاوت کرنے اور دعوتِ الی الحق دینے کی وجہ سے آپ ﷺ کے اعزہ اور رفقائے کار کو وحشت ناک مصائب کی بھٹی میں جھونکا گیا۔دعوت دین میں آپ ﷺ اور صحابہ کرام کو انتہائی اندوہ ناک اور صبر آزما اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا اور ایسی ایسی اذیتیں جن کے محض تصور سے ہی انسان کا دل کانپ اٹھتا ہے۔

ذیل میں قرآن وسنت کی روشنی میں اللہ کے بھیجے گئے انبیاء اور رسول ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے بعض مقاصد کا تذکرہ کر رہیں ہیں۔

پہلا مقصد: ایک اللہ کی عبادت کی دعوت:

[14]۔علی بن محمد، تفسیر الماوری (قاہرہ:دار النشر،2009)ج4،ص23۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ساری کائنات کے انسانوں اور جنوں کے لئے نبی اور رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے،آپ کی بعثت جس زمانے میں ہوئی وہ زمانہ اور اس زمانے کے لوگ شرک اور ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں سر گرداں پھر رہے تھے، لہذا اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ کو کلمہ لا الہ اللہ کی دعوت کا حکم دیا کہ لوگوں کو اس بات سے آگاہ کر دیں کہ وہ جتنی بھی عبادتیں کر رہیں ہیں یہ سب کے سب باطل اور منگھڑت معبود ہیں،ان کا حقیقی معبود ایک ہے اور وہ اللہ کی ذات ہے۔اللہ تعالیٰ نے بعثت کے اس مقصد کو قرآن مجید میں بیان کیا اور فرمایا کہ:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولا أَنْ اُعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ۔[15]ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگوں) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

طاغوت کا اطلاق شریعت کی اصطلاح میں ہر اس چیز پر ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے یا ہو وچیز ہے جو اپنی عبادت کے طرف دعوت دے،اللہ تعالیٰ نے عقیدہ توحید کی دعوت کے لئے تمام انبیاء کے بعثت کا مقصد بتایا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَانِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ۔ اور ہمارے ان نبیوں سے پوچھو! جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا کہ ہم نے سوائے رحمٰن کے اور معبود مقرر کئے تھے جن کی عبادت کی جائے۔

دوسرا مقصد: تبشیر و انذار:

انبیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بعثت کا ایک مقصد یہ ہے کہ جو لوگ دعوت توحید کو قبول کر کے اللہ اور اس کے رسول کے بیان کردہ ضوابط کے مطابق زندگی گزاریں تو ان کو انبیاء کرامؑ ان کو اللہ کی نعمتوں والی جنت کی خوشخبری سنائیں۔اور اس کے برعکس جو لوگ آپ کی دعوت قبول نہ کریں اور اپنی نفسانی خواہشات کے مطابق زندگی گزار کر شرکیات و خرافات میں مبتلا رہیں ان کو آپ اللہ کے تیار کردہ عذاب سے ڈرائیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ۔[16]۔ہم تو اپنے رسولوں کو صرف اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ خوشخبریاں سنادیں اور ڈرادیں۔مزید اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کو بھی بیان کیا کہ:

رُسُلا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِأَلا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا۔ ہم نے انہیں رسول بنایا ہے خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر رہ نہ جائے اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے۔[17]

تیسرا مقصد: لوگوں کی تعلیم اور ان کا تزکیہ نفس:

انبیاء و رسل کی بعثت کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے جہاں انبیاء کرامؑ کو ائمہ اعظم بنا کر مبعوث کیا وہیں ان کو معلمین اعظم بھی بنایا جس کی بناء پر انہوں نے لوگوں کو کتاب و حکمت کی تعلیم دی۔اور ان تمام اعمال کی نشاندہی کی جو اللہ تعالیٰ سے قریب کرنے والی ہیں،تو دوسری طرف انہوں نے ان تمام اعمال سے اپنی امتوں کو آگاہ کی اجو اللہ تعالیٰ سے دور اور جہنم کے قریب کرنے والی ہے۔انبیاء کرامؑ نے دین و حکمت کی تعلیم کے ذریعہ سے لوگوں کے اندر پائے جانے والے میل کچیل سے ان کے نفوس کا تزکیہ کیا اور اس کا زندہ مثال یہ ہے جس پر تاریخ شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اس تزکیہ نفس والے عمل

---

[15]۔القرآن16:36۔

[16] . القرآن18:56 ۔

[17]۔القرآن4:165۔

کی وجہ سے جو قوم تاریخ کے اوراق میں سب سے پچھڑی ہوئی اور پسماندہ اور غیر مہذب تصور کی جاتی تھی وہی قوم تاریخ کے پارینہ اوراق میں دینی اور معاشرتی طور پر سب سے کامیاب لکھی گئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بعثت کے اس مقصد کو قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا کہ :

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ۔[18] وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے، یقیناً اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

چوتھا مقصد: اقامت دین:

یہی وہ مقصد ہے جس سے موصوف جاوید احمد غامد صاحب منکر ہے۔! اپنی تالیف اور تقریر کے ذریعے انہوں اس بات کا اظہار کیا ہے کہا قامت دین کا یہ فریضہ صرف اس زمانے کے ساتھ خاص تھا باقی کسی کے ذمے یہ کام نہیں ہیں اور نہ یہ بعثت انبیاء کے مقاصد میں سے ہیں۔ حالانکہ اختلافات سے روکنا اور اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا ہر نبی اور اللہ کے رسول کا مقصد تھا۔

خلاصہ بحث:

جاوید احمد غامدی نے اس تصور پر تفصیل سے تنقید اپنے مضمون 'تاویل کی غلطی' میں کی ہے جو ان کی کتاب برہان میں شامل ہے۔ اسکے علاوہ انھوں نے اپنے کئی ویڈیوز میں بھی اس مسئلہ پر اظہار خیال فرمایا ہے۔
اور اپنے دیگر مضامین اور تفسیر میں بھی اس سے متعلق اشارے فرمائے ہیں۔ ان کی باتوں کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ اقامت کا مطلب قائم کرنا یا نافذ کرنا نہیں ہے بلکہ پیروی کرنا اور قائم رکھنا ہے۔ اس لیے سورہ شوریٰ کی آیت میں صرف دین کی پیروی کا حکم ہے۔
۲۔ غلبہ دین کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ اللہ کی سنت ہے کہ جب رسول مبعوث ہوتا ہے تو دین غالب ہو کر رہتا ہے۔ یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پوری ہوگئی۔ اب عام مسلمان ان آیتوں کے مخاطب نہیں ہیں۔
۳۔ دین کے سیاسی اور اجتماعی احکام کے مخاطب حکمران ہیں۔ وہی اس کے مکلف ہیں۔ عام مسلمانوں کا کام صرف اپنے دائرہ میں دین پر عمل اور اس کی دعوت ہے۔

جاوید غامدی صاحب نے عربی شاعری وغیرہ کے حوالوں سے تفصیلی بحث یہ ثابت کرنے کے لیے کی ہے کہ اقیموا کے معنی قائم کرنا نہیں ہے بلکہ قائم رکھنا ہے۔ ہمار خیال یہ ہے کہ اقامت کا ترجمہ 'قائم کرنا' کیا جائے یا 'قائم رہنا' یا 'قائم رکھنا'، اس سے اصل بحث پر کوئی اثر نہیں پڑتا اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو اور بالخصوص ہمارے نبی ﷺ کو یہ ایک عظیم مشن دیکر بھیجا کہ آپ اللہ کی وحدانیت پر دین کا قیام کریں لوگوں کو اس دین کی دعوت دیں، اس دین پر مکمل عمل کرنے کی تلقین کریں، اور لوگوں کو ان کے دینی و معاشرتی تمام تر معاملات میں ہر طرح کے اختلافات سے دور رہنے کی تلقین کریں، اور جب آپسی اختلاف ہو جائے تو اللہ کی وحی کے ذریعہ فیصلہ کر کے ان اختلافات کا حل کریں کیونکہ اللہ کی وحی کے علاوہ کہیں اور سے فیصلہ کرنا طاغوت کی حاکمیت قبول کرنا ہے اور شریعت نے اسے شرک اکبر سے تعبیر کیا ہے، بعثت کی اس مقصد کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان کیا ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[18]۔القرآن 62:2۔

شَرَعَ لَكُمْ مِنْ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ۔[19] اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دی تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دی، اور جس کی تاکید ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا جس چیز کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں وہ تو (ان) مشرکین پر گراں گزرتی ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بناتا ہے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے وہ اس کی صحیح رہنمائی کرتا ہے۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے بعثت کے اس مقصد کو قرآن مجید میں بیان کیا اور فرمایا کہ:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولا أَنْ اُعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ۔[20] ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ (لوگوں) صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا تمام معبودوں سے بچو۔

مزید آپ ﷺ کی بعثت کا بھی یہ مقصد قرآن مجید ایک اور آیت کریمہ سے ہوتی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ وَلا تَكُنْ لِلْخَائِنِينَ خَصِيمًا۔ یقیناً ہم نے تمہاری طرف حق کے ساتھ اپنی کتاب نازل فرمائی ہے تاکہ تم لوگوں میں اس چیز کے مطابق فیصلہ کرو، جس سے اللہ نے تم کو شناسا کیا ہے اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔[21]

نوع انسانی کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ نے بعثت انبیاء کا سلسلہ فرمایا ہے تاکہ ہر نبی اور رسول کا امتی تاریکیوں سے نکل جائے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری میں آجائے ہیں۔ ابتداء سے حضرت آدم کی تخلیق اور انہیں دنیا میں بھیجے جانے کا مقصد جو "سورہ بقرہ کی آیت ۳۰ سے لیکر ۳۹ تک" جس میں آدم ؑ کی تخلیق کا مقصد ان کی حیثیت اور انہیں کیا ہدایت دے کر دنیا میں بھیجا گیا تھا تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور واضح ہے کہ آدم کا کام اللہ کے قوانین کے نفاذ کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔

اس پورے بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم ؑ کو اللہ نے اپنا خلیفہ بتایا ہے 'خلیفہ اس کو کہتے ہیں، جو دوسرے کا قائم مقام اور اس کا نائب ہو اور اس سے مراد آدم ؑ ہیں اس لیے کہ وہ زمین میں اللہ کے خلیفہ تھے اور اسی طرح ہر نبی اللہ کے خلیفہ تھے۔ اللہ نے تمام انبیاء کو زمین کی آبادی، لوگوں کے امور کی تدبیر، ان کے نفوذ کی تکمیل اور ان پر احکام الٰہی کی تنفیذ کے لیے اپنا خلیفہ بنایا تھا۔ اس لیے نہیں کہ اللہ کسی نائب کا محتاج ہے بلکہ اس لیے کہ جن لوگوں پر اس نے اپنا نائب مقرر کیا وہ بلاواسطہ اس کے اوامر اور اس کے فیض کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے۔ اقامت دین کے اس امر کا بھی یہی مطلب و مفہوم ہے۔

غامدی صاحب کے ان اعتراضات پر سید سعادت اللہ حسینی صاحب نے اپنی کتاب "**تصور اقامت دین پر اعتراضات**" میں تفصیلی نوٹ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ مولانا مودودی نے ترجمہ 'قائم کرنا' کیا ہے لیکن تفہیم القرآن میں 'قائم رکھنا' اِس ترجمہ کی گنجائش کو بھی تسلیم کیا ہے۔ دین قائم کرنا یا دین پر قائم رہنا، دونوں کا مطلب یہی ہے کہ زندگی کے تمام شعبوں میں دین کی پیروی کی جائے۔ اس بات کو جاوید غامدی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں اور انہوں نے دین پر قائم

[19]۔القرآن:13:42۔

[20]۔ القرآن:34:16۔

[21]۔القرآن،105:3۔

رہنے کے معنوں میں قانون و شریعت اور جہاد و قتال وغیرہ سارے احکام شمار کیے ہیں لیکن ان کا کہنا یہ ہے کہ اقیموا کا مطلب صرف دین کے اُس حصہ پر عمل تک محدود ہے جس کا تعلق ہماری ذات سے ہے۔ جن امور کا تعلق ہم سے نہیں ہے ان پر عمل کرانا یا انہیں نافذ کرنے کی جدوجہد کرنا اقیموا کے معنی میں شامل نہیں ہے۔

مولانا شیخ گوہر رحمٰن رحمہ اللہ اور مولانا رضی الاسلام صاحب نے اپنی تحریروں میں اُن مفسرین اکرام کے تفصیلی حوالے دیئے ہیں جن کے نزدیک اقیموا کے معنوں میں دوسروں پر دین اسلام کا نفاذ بھی شامل ہے۔ اب اگر غامدی صاحب کی یہ بات مان بھی لی جائے کہ اقیموا کے لغوی معنی صرف خود دین پر عمل کرنا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خود دین کا کیا مطلب ہے؟ کیا دین کے دائرہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر، دعوت، جہاد، اللہ کے دین کی نصرت، شہادت علی الناس وغیرہ جیسے امور نہیں آتے جن کی قرآن میں بہ تکرار تاکید کی گئی ہے؟ جب یہ سب احکام دین ہیں اور دین کا جز ہیں (اور غامدی صاحب بھی اسے تسلیم کرتے ہیں) تو اقیموا کے دونوں معنوں میں جو معنی بھی لیے جائیں 'اقامت دین' کے اندر، یہ سب کام خود بخود شامل ہو جاتے ہیں۔

لہذا اقامت دین کا حکم کسی ایک آیت تک محدود نہیں ہے۔ قرآن کی پوری مضمون میں اسے مرکزی ذمہ داری کی حیثیت حاصل ہے۔ قرآن نے اس کام کو کئی اصطلاحوں میں بیان کیا ہے۔ اظہار دین، قیام عدل، شہادت علی الناس، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، دعوت دین، ان سب میں اقامت دین کا مفہوم پوشیدہ ہے۔ ان سب احکام کا تقاضہ یہی ہے کہ دین پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ باقی انسانیت کو دین کی طرف بلانے، دین پر انہیں مطمئن کرنے اور معاشرہ میں اللہ کے احکام کی ترویج و تنفیذ کی ممکنہ کوشش کی جائے۔ لہذا مولانا مودودی اور اسلامی تحریکیں انہی باتوں کو اقامت دین قرار دیتی ہیں۔